www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

مبلغ

اشاعت کا چودھواں سال
14th year of Publication

The Weekly **MUBALLIG**
Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3 روپے

14/جون 2013ء جمعۃ المبارک 04 شعبان ۱۴۳۴ھ جلد نمبر: 14 شمارہ نمبر 21

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

پاپ تہٕ پُن ییلہِ ہَن تولہِ نِ
بایَو تتہِ کُی پائے کُری تَو
لوٚگ وَے ہیٚور کُن گرِژھیٚوہ چھوٗنِ
ہوٚن چھُوٕ دَپان وَو وَو وَو

”ذرا اس گھڑی کو یاد کرو اور اس کی فکر کرو جب ثواب اور گناہ تولے جائیں گے، اگر اس وقت نیکی کا پلڑا ہلکا اور گناہوں کا بھاری ہوگا تو پھر گھاٹے میں پڑ جاؤ گے، اسی لئے کتّا کہتا ہے: ”وَووَووَو“ یعنی بوئے جاؤ، بوئے جاؤ، بوئے جاؤ۔“

عالمِ اسلام کو مغرب کی ثقافتی غلامی سے آزادی کیسے ہوگی

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

عارف عزیز بھوپالی

ماضی کی زندگی خواہ کتنی ہی سخت اور اندوہ وملا سے پُر ہو، انسانی فطرت ہے کہ وہ حال کے مقابلے میں ترجیح اسی گزشتہ زندگی کو دیتا ہے۔ ”کیا دِن تھے وہ بھی“ گزرے ہوئے زمانے کا ذکر اکثر انھی الفاظ سے کیا جاتا ہے اور حال کی پریشانیوں کو خواہ وہ ماضی سے کتنی ہی کم درجہ کیوں نہ ہوں، بڑھا چڑھا کر بیان کرنا انسانی فطرت ہے۔

اس حقیقت کو عالم اسلام کے ماضی پر منطبق کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ صورتحال کو کتنے ہی پیمانوں اور غلط اندازوں کے ذریعہ سمجھا اور سمجھایا جا رہا ہے۔

ایک صدی کی بات کو جانے دیں گزشتہ ۵۷ برس کی اس صورتحال کا نقشہ پیش نظر رکھ کر اندازہ لگایئے تو مایوسی اور دِل برداشتگی کے بجائے اطمینان اور مسّرت کی ایک نئی دُنیا آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ ۵۷ سال قبل انڈونیشیا سے الجزائر تک افغانستان سے ترکی کے ایک مختصر حصہ کو چھوڑ کر سارا عالم اسلام مغربی اقوام کی غلامی کے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ الجزائر، لیبیا، سوڈان، مصر، عراق اور سارا وہ علاقہ جو موجودہ خلیجی ریاستوں پر مشتمل ہے، برطانیہ کی نوآبادی بنا ہوا تھا، جس خطہ میں آج ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش کی آزاد مملکتیں قائم ہیں وہ بھی برطانوی لوٹ کھسوٹ، استحصال کا مرکز اور مکمل طور پر بے بسی کی حالت میں تھا۔ انڈونیشیا پر ہالینڈ کی حکمرانی تھی، باقی ماندہ شمالی اور مشرقی افریقہ، ڈچوں، پرتگالیوں، انگریزوں اور فرانسیسیوں میں اس طرح منقسم تھا کہ وہاں کے مسلمانوں کو زندگی کے ابتدائی حقوق بھی میسر نہ تھے اس کے برعکس آج یہ حالت ہے کہ اس پورے علاقے میں جہاں کے عوام محکومی کے اذیت ناک اور دم گھونٹ دینے والے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے آزادی کی روشنی پھیلی ہوئی ہے، بے بس مجبور اور ظلم واستبداد سے کراہتے ہوئے غلام خطوں کے بجائے آزاد، خودمختار اور اپنی قسمتوں کے مالک لوگوں کی بستیاں اُبھر آئی ہیں۔

نائجیریا، پاکستان، انڈونیشیا اور مصر جیسے وسیع اور آزاد ملکوں کی فہرست میں مالدیپ مالی اور گنی جیسی مختصر ترین حکومتیں بھی نظر آتی ہیں، جن کی آبادی شاید چند لاکھ نفوس ہے۔ ان نو آزاد ممالک میں کتنے ہی ملک طاقتور ہیں اور دُنیا کی سیاست پر اثر انداز ہونے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ساری دُنیا کے مسلم ممالک نے سیاسی غلامی کے منحوس دَور سے نجات حاصل کر لی ہے اور اب جو کچھ مرحلہ ان کے سامنے درپیش ہے اور وہ اقتصادی آزادی کے حصول اور اپنی خودمختار حیثیت کو مرتب اور منظّم کرنے کا ہے، سینکڑوں برس کی غلامی کی یادگار نحوستیں اور بُری عادتیں ابھی تک ان نو آزاد ملکوں میں موجود ہیں اور وہ ان سے اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکتے ہیں۔

مسلم ممالک کی تعداد ۵۰ کے قریب پہنچ گئی ہے جو اقوام متحدہ جیسی عالمی تنظیم کے رکن ہیں، دُنیا میں سوائے چند مختصر اور منتشر علاقوں کے اب کوئی ملک غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور نہیں، ”اس طرح آج ازاد اسلامی دُنیا کا رقبہ ایک سو لاکھ مربع میل اور آبادی ۶۰ کروڑ ہے۔“ جبکہ سابق اشتراکی دُنیا کے سات ممالک کا مجموعی رقبہ ۱۲ لاکھ مربع میل اور آباد چار کروڑ کے نزدیک ہے، ان ملکوں میں ضرور پہلے مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی گئی، لیکن سوویت یونین سے آزاد ہو کر وہاں کی مسلم آبادی مختلف استحصال کے باوجود روبہ ترقی ہے، وسط ایشیا کی دوسری جمہوریتوں میں بھی یہی تبدیلی جاری ہے۔

آزاد اسلامی دُنیا اس وقت مختلف مسائل سے ضرور دوچار ہے جہاں کے عوام نے مغرب کی سیاسی غلامی کا جوا اپنے کاندھے سے تو اُتار پھینکا ہے۔ لیکن وہ مغرب کی نظریاتی ثقافتی اور سماجی غلامی کے خطرہ سے دوچار ہیں، بیشتر ممالک میں خواندگی کا تناسب غیر اسلامی ملکوں کے مقابلہ میں کم ہے بعض ملکوں میں افلاس بھی چھایا ہوا ہے جبکہ بنگلہ دیش اور مصر میں آبادی کا مسئلہ نازک بن گیا ہے مختصر یہ کہ کسی کو کچھ دینے کے بجائے یہ علاقے اپنی ہی مصیبتوں میں مبتلا ہیں۔

ان جملہ پہلوؤں کے باوجود مایوسی کی کوئی وجہ نہیں یہ جو کچھ ہو رہا ہے انسانی اعمال کا ثمرہ ہے پھر ان میں سے بعض مسائل صرف اسلامی دُنیا تک محدود نہیں، جنہوں نے دُنیا کی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے، وہ تصدیق کریں گے کہ دُنیا کی دوسری اقوام بھی ان راہوں یا آزمائشوں سے گزر چکی ہیں اور ایسی مشکلات ان کو بھی پیش آچکی ہیں، مذکورہ مثال سے واضح ہوتا ہے کہ مسائل کا مردانہ وار مقابلہ کیا جائے جس ملت نے ۵۰ سال کی مختصر مد میں ۱۰۰ لاکھ مربع میل کے رقبے سے دوسو سالہ مغربی استعمار کو ختم کر کے آزادی کا تاج اپنے سر پر رکھا وہ یقیناً اس صلاحیت کے حامل ہیں کہ اپنے باقی ماندہ مشکلات کو بھی حل کر لے یہ عبوری دور ہے جس سے وہ انشاء اللہ عہدہ برآ ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ اسلامی دُنیا کے وسائل لامحدود ہیں اگر وہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ اُٹھائے تو ایک اہم مقام پھر حاصل کر سکتی ہے، کیونکہ معدنیات اور قدرتی وسائل کی وہاں ہرگز کمی نہیں، مثلاً کویت، قطر اور اس طرح کے دوسرے جزائر یا سرزمین عرب کے ساحلی مقامات جہاں کبھی ایک متنفس کا زندہ رہنا مشکل تھا اب وہاں بکثرت تیل نکل آنے سے دولت کی زبردست ریل پیل ہے، کبھی لیبیا جو مصر اور تیونس کے درمیان ایک صحرائی علاقہ تھا اور جہاں صرف بحیرۂ روم کے ساحل پر مختصر سی آبادی تھی وہاں بھی تیل برآمد ہونے سے سنوسیوں کا یہ ملک دُنیا کی ایک مالدار ترین مملکت کا درجہ حاصل کر چکا ہے، سعودی عرب کے بارے میں دُنیا جانتی ہے کہ وہاں نہ صرف تیل کے بڑے چشمے ہیں بلکہ سونے، چاندی اور دیگر قیمتی معدنیات کا بھی وافر ذخیرہ ہے، ایک اور اُمید افزاء پہلو یہ ہے ک کہ افریقی قومیں بھی اپنی توانائی، ترقی اور لامحدود قدرتی وسائل سے کام لے رہی ہیں اور یہ ترقی کرینگی تو ظاہر ہے کہ ان میں مسلمانوں کی جو بڑی تعداد ہے وہ بھی ترقی کر سکے گی۔

اس خوش آئندہ منظر کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے اور کافی تلخ حقیقت کہ ان قدرتی وسائل اور دولت سے کام لینے کیلئے مسلم ممالک ابھی تک زیادہ تر غیر مسلم ماہرین اور مغربی اقوام کے محتاج ہیں انھیں کے قبضہ میں تیل نکالنے اور اس پر منافع کمانے کی اجارہ داری ہے۔

ایک دَور تھا جب کہ مسلمان، سیاست، اجتماعیت اور تجارت جیسے اہم میدانوں میں سب سے آگے تھے، اسی طرح وہ سائنسی علوم میں بھی دُنیا کے امام تھے انہوں نے ماضی میں کئی قوموں سے جن کے یہاں علوم وفنون کے ذخیرے بند پڑے تھے ان کو حاصل کیا اور ان کا مطالعہ کر کے مزید اضافے کئے چنانچہ وہ//

بقیہ صفحہ 7 پر......

عصرِ حاضر کے مسلمان...... پریشان کیوں؟

مفتی شبیر احمد صاحب استاذ مدرسہ شاہی مراد آباد

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا: "مَسَاجِدُهُم عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى." ایک زمانہ آنے والا ہے جس زمانہ میں لوگ مسجدیں خوبصورت انداز سے تعمیر کریں گے۔ اور کثرت کے ساتھ تعمیر کریں گے مگر وہ مسجدیں ہدایت سے دور ہوں گی۔ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے نہ ہونے کی وجہ سے ویران ہوں گی۔ آج کل کے زمانہ میں دیکھنے میں آتا ہے کہ رمضان کے مہینہ میں مساجد میں جگہ نہیں ملتی، اور وہ بھی پہلے عشرہ تک، پھر دوسرے اور تیسرے عشرہ تک مسجدیں خالی ہونی شروع ہو جاتی ہیں، اور جوں ہی رمضان گزر گیا مسجدیں نمازیوں سے یتیم ہو گئیں، جو ہمارا آپ کا مشاہدہ ہے، اگر رمضان میں ایک مسجد میں دوسو نمازی ہوتے ہیں تو رمضان کے ختم ہونے کے بعد دوسو کی جگہ پر دس نمازی مشکل سے ہوتے ہیں، اگر رمضان میں دو ہزار نمازی ہوتے ہیں تو رمضان ختم ہونے کے بعد چالیس پچاس نمازی مشکل سے ہوتے ہیں، کیا مسجدیں صرف رمضان کیلئے اور تراویح کیلئے تعمیر کی جاتی ہیں؟ نہیں، بلکہ مساجد کا اصل مقصد یہ ہے کہ تمام مسلمان فرض نمازوں کو مسجدوں میں جا کر جماعت کے ساتھ ادا کریں اور فرض نمازیں رمضان اور غیر رمضان ہر زمانہ میں یکساں طور پر حکم رکھتی ہیں، تو پھر کیا وجہ سے کہ مسجدیں بارہ مہینوں میں سے گیارہ مہینے نمازیوں سے یتیم ہو جائیں، اور صرف رمضان میں آباد نظر آئیں، اور وہ بھی خاص طور پر تراویح کی سنت ادا کرنے کیلئے، اور یہ بذاتِ خود ایک مستقل غلطی ہے کہ لوگوں نے فرض نمازوں پر تراویح کی سنت کو فوقیت دے رکھی ہے، اور پورا سال مسجدیں گویا کہ خالی پڑی رہتی ہیں، اسی کو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ مسجدیں خوب تعمیر ہونگی۔ مگر وہ صحیح معنی میں نمازیوں سے ویران رہیں گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور تمام مسلمانوں کو مساجد میں جا کر با جماعت نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ تعمیر مسجد کی فضیلت نہیں بلکہ تعمیر مسجد کی فضیلت اپنی جگہ بدستور باقی ہے، جو شخص اللہ کو خوش کرنے کیلئے مسجد تعمیر کرے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کیلئے جنت کے اندر اپنی شایانِ شان محل تعمیر کر دے گا۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کو خوش کرنے کیلئے مسجد تعمیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں اپنی شایانِ شان مکان بنا دیتا ہے۔

یہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے؟

اس امت کی تنزلی اور تباہ کن حالت پر کس قدر حیرت ہے، اگر امت کی حفاظت کے لئے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے جو اسباب بتلائے گئے ہیں اگر امت نے ان اسباب کو مضبوطی سے اختیار کر لیا تو کبھی یہ امت ہلاک نہیں ہو سکتی اور اس امت کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے بیچ میں ایسے مضبوط اساس اور قلعے موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے امت پر کبھی کوئی آنچ نہیں آنی چاہئے۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے کہ اس امت کا اول میں ہوں اور ان کے بیچ میں مہدی ہوں گے۔ اور ان کے آخر میں حضرت عیسیٰ ﷺ ہوں گے۔ پھر بھی اگر یہ امت ہلاکت کی طرف جائے تو یہ انکے سیاہ اعمال کا نتیجہ ہوگا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے اندر ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک ہلاک و مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا جب تک وہ خود مبتلا نہ ہو جائے تو پھر "خود کردہ را علاج نیست" آقائے نامدار ﷺ کا ارشاد ملاحظہ فرمائے۔ حضرت جعفر صادقؒ اپنے والد (امام باقرؒ) سے اور وہ اپنے دادا (حضرت حسینؓ) سے نقل فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کا اول میں ہوں، اور اس کے بیچ میں مہدی ہوں گے اور اس کے آخر میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے کس قدر حیرت کا اظہار فرمایا کہ اس امت کی حفاظت میں آگے پیچھے اور بیچ میں ہدایت کے مضبوط مضبوط ستون ہیں، پھر بھی اگر بھٹک جاتے ہیں تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ ایک حدیث شریف میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: چاہے یہ امت ہلاکت کی طرف جاتی رہے پھر بھی اس امت میں ہمیشہ ایک جماعت انشاء اللہ ایسی رہے گی جو اللہ کے حکم اور اسلام کے جھنڈے کو تھامے رہنے والی ہوگی جو ان کو ذلیل کرنے اور کمزور کرنے کی کوشش کرے گا وہ کبھی اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا، نہ ان کو کوئی نقصان پہنچتا ہے اور نہ ہی کوئی مخالفت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

جان دے دی میں نے اُس کے نام پر

جان دے دی میں نے اُس کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر
میر مت مرنا کسی گلفام پر
خاک ڈالو گے نہیں اجسام پر
رشک سب کرتے ہیں اس ناکام پر
جی رہا ہوں میں تمہارے نام پر
تف ہے یارو طالب اکرام پر
میں فدا ہوں عاشقِ بدنام پر
لڑ رہے ہو اُن سے کیوں دشنام پر
کتنا پردہ ہے تمہارے کام پر
کیا تعجب ہے ترے دشنام پر
اور کیا برسے گا اس بدنام پر
کیوں فدا ہے میرا تو آرام پر
عشق ہوتا ہے فدا آلام پر

(مولانا حکیم اختر صاحب قدس سرہٗ العزیز)

ضروری گذارش!

جن قارئین کرام نے مبلغ کی ادائیگی کئی مہینوں سے نہیں کی، انہیں گزارش کی جاتی ہے کہ وہ براہِ کرم جلد از جلد ادائیگی کریں، اور ایجنٹ حضرات سے بھی گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد ہفتہ وار مبلغ کے دفتر واقع کھانڈی پورہ کاترسو کولگام بذریعہ منی آرڈر یا از خود تشریف لا کر اپنی بقیہ ادائیگی ادا کریں۔ مدیر

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE,
PAINTS ETC
ایک بار آزمائیے، بار بار تشریف لائیے
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact Nos: 9419040053

تاریخی کالم

عبداللہ بن عبدالمطّلب کا سفرِ شام اور وفات

معجم البلدان (یاقوت حموی) جلد اول میں لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ نے عراق سے آ کر ۱۳ھ میں بُصریٰ اور حوران کا پورا علاقہ فتح کیا۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق "ابو غانم کے قرامطہ نے بُصریٰ کو تاخت و تاراج کر دیا تھا مگر سلجوقیوں نے اس کی مساجد کی تعمیر نو کے علاوہ شہر کو مستحکم کیا۔ پھر ایوبی عہد میں تعمیر نو کا کام ہوا۔ تاتاریوں نے یہاں جو تباہی پھیلائی، اس سے بُصریٰ قعیرِ گمنامی میں گر گیا تاہم مملوک سلطان بیبرس نے قلعہ بُصریٰ کو پھر مستحکم بنایا۔ یہ دمشق سے عُمّان (فلاڈلفیا) کی شاہراہ پر اہم شہر ہے۔ چنانچہ بُصریٰ کے برکتہ الحاج (حاجیوں کا تالاب) کی دیواروں پر آج بھی حجاج کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں باقی ہیں۔"

دُومۃ الجندل: عہد نبوی میں یہاں اُکَیدر حکمران تھا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے بیٹے دُوم کے نام پر اس کا نام دُومہ رکھا گیا اور پتھر کہ قلعے کے باعث دومۃ الجندل کہلایا۔ یہ دمشق سے سات منزلوں کے فاصلے پر وائ سرجان کے جنوب میں تھا۔ صحرائے نفود (سعودی عرب) کے شمال میں آج کل اس کے کھنڈر موجود ہیں۔ وہیں مئذنہ عمر بن خطابؓ بھی ہے۔

تیماء: یہ خیبر سے اڑھائی سو کلومیٹر شمال میں چھوٹا سا قصبہ ہے۔ مدینہ سے اس کا فاصلہ تقریباً چار سو کلومیٹر ہے۔ دومۃ الجندل سے چل کر عبداللہ کا قافلہ تیماء میں ٹھہرا تھا۔ تیماء سے کاروانی راستہ الاسافیہ کی طرف جاتا ہے اور شمال میں القلیبہ کی طرف سے سڑک تبوک کو جاتی ہے۔

خیبر: عبرانی زبانی میں خیبر کے معنی ہیں "قلعہ"۔ دوسری صدری عیسوی میں فلسطین سے جلاوطن ہونے کے بعد یہودیوں نے یہاں آ کر سات قلعے تعمیر کیے تھا۔ لہٰذا اُنہیں خیابر بھی کہتے تھے۔ قلعے یہ تھے: (۱) حصن ناعم۔ (۲) قموص۔ (۳) حصن ش ق۔ (۴) حصن نطاۃ (۵) حصن سلالم (۶) حصن وطیح (۷) حصن کتیبہ۔ ۴ھ میں یہود مدینہ بنو نضیر بھی جلاوطن ہو کر خیبر جا بسے تھے۔ ۷ھ میں غزوۂ خیبر پیش آیا اور یہ ساتوں قلعے فتح ہو گئے۔

مدینہ منورہ سے خیبر 184 کلومیٹر شمال میں ہے۔ تقریباً 100 کلو میٹر تک راستہ تنگ اور پُر پیچ دروں میں سے گزرتا ہے۔ اس مسافت میں حرّہ یعنی آتش فشانی سے جلی ہوئی چٹانیں ہیں۔ خیبر سے پندرہ بیس کلومیٹر پہلے صحرا ختم ہو جاتا اور سر سبز زمین ہے، جہاں ٹیوب ویل سے کاشتکاری ہوتی ہے۔ دس بارہ کلومیٹر زرخیز زمین کے بعد پھر چٹانیں (حرہ) اور پہاڑیاں ہیں جہاں سڑک کے دائیں جانب یہودیوں کے قلعوں کے کھنڈر واقع ہیں۔

یثرب: عبداللہ شام سے تجارتی قافلے کیساتھ دومۃ الجندل، تیماء اور خیبر کے راستے یثرب پہنچے۔ اس وقت بیمار تھے، انہوں نے قافلے والوں سے کہا کہ میں اپنے ماموؤں بنو عدی بن نجار کے ہاں ٹھہروں گا۔ وہاں وہ مہینہ بھر بیماری کی حالت میں رہے، قافلے کے مکہ پہنچنے پر عبدالمطّلب کو خبر ملی تو اپنے بڑے بیٹے حارث کو یثرب بھیجا مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ فوت ہو گئے تھے اور انہیں دار النابغہ میں دفن کیا گیا۔

الابواء: مدینہ سے مکہ کی شاہراہ پر جُحفہ سے 23 میل دور ابواء واقع ہے۔ مستورہ ابواء سے 28 کلومیٹر مغرب میں ہے، آج کل اسے خریبہ بھی کہا جاتا ہے۔ ابواء میں داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ پر ایک چھوٹی سی پہاڑی پر سیدہ آمنہ کی قبر ہے جو دور ہی سے نظر آ جاتی ہے، کیونکہ اس کے چاروں طرف پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ ابواء کا علاقہ 12 کلومیٹر لمبا اور 3 کلومیٹر چوڑا ہے۔ شمال کی جانب سے اسے پہاڑ نے گھیر رکھا ہے اور جنوب میں تقریباً 500 کلومیٹر تک سیاہ ٹیلے ہیں۔ تاریخ مکۃ المکرّمہ کے مطابق ابواء کی آبادی 5 ہزار ہے۔ ابواء مکہ شریف اور مدینہ طیبہ کے تقریباً نصف میں وادئ ودان کا ایک گاؤں ہے، ودان اور ابواء میں 6 یا 8 میل کا فاصلہ ہے۔ (تاریخ مکّہ)

www.khanqah.in

www.khanqah.in

ہفتہ وار
مبلغ
سرینگر کشمیر

14/جون 2013ء جمعۃ المبارک

اے مردِ مومن! یہ عہدِ وفا ہے۔

''عن مَعْقِل بن يَسارٍ رضی اللہ عنہ قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْعِبَا دَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ اِلَيَّ'' (رواهُ مسلم) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فتنہ (کے ماحول) میں عبادت کرنے (کا ثواب) میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے۔

اے مردمومن یہ عہدِ وفا ہے، آج وفاداری اور استقامت علی الدین کا امتحان ہورہا ہے، دیر ہے اندھیر نہیں، سب ریکارڈ ہورہا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یّرہ.....کا قانون جاری ہے، دوراندیشی اور دوربینی کی ضرورت ہے، لہو لعب، شوروشغب، زمانے کے پُرفریب رونقوں، دُنیا کے شاداب اور دلکش مناظر سے اوپر اُٹھ کر ابدی زندگی کے ابدی راحتوں، نعمتوں، خدائی دیدار حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السّلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کا شوق دل ودماغ میں ہو۔ ابدی سزا، سنگین پکڑ اور دوزخی عذاب اور بدترین خجالت وشرمندگی کا خوف لرزہ براندام کرے۔ روضۂ اقدس سے گویا ندائے مسلسل سنائی جارہی ہے، کہ اے انسان! انسان، حیوان، اَجرامِ سماوی، حجروشجر، وطن، دولت، رسم ورواج، نفس وشیطان کی عبادت چھوڑ، ربِ حقیقی کی صحیح عبادت کرکے اس سے رابطہ جوڑ، جدید دَور کے جدید بُتوں کو چھوڑ، معبودِ برحق سے دل ودماغ کا رشتہ جوڑ، درحقیقت وہی تجھے پالتا اور حفاظت کرتا ہے، زندگی دیتا ہے، نظام عالَم چلاتا ہے۔ وہی قدیر ذات قابل عبادت ہے، انسان کی بنائی ہوئی چیزیں معبود نہیں بن سکتی ہیں، اگر ان کے سامنے سجدہ اور تعظیم اس نیت سے کیا جائے کہ اصل مقصود ربِ کائنات کی عبادت اور خوشنودی ہے، اسکی بھی اجازت نہیں، شرک کی ہرقسم موجبِ قہرِ خدا اور موجب جہنم ہے، دُعا اللہ سے مانگی جائے، گذرے ہوئے شخص سے نہیں، زندہ بزرگ کو دُعا کی درخواست کرسکتے ہیں، نیک وہی ہے جو ایک خدا کی عبادت سکھائے۔ کب تک حق سے دُور رہوگے، کب تک مجھے بھلاؤ گے، کب تک غافل رہوگے، زندگی کا ایک ایک دن گھٹتا جارہا ہے، قبر کی منزل نزدیک آتی جارہی ہے، قیامت کی ندامت بدترین ندامت ہے، دُنیا میں سنبھلنا سعادت ہے، دُنیا میں ایمان لانا کمال ہے، آخرت میں بےایمان بھی ایمان لائیں گے لیکن وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

آیئے سچوں کے سچے پیغمبر حضرت نبی کریم ﷺ پر اعتماد کرکے ایمان لاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ عبادت کے لائق صرف اللہ ہے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، کفر، شرک الحاد، زندقہ سے برأت اور بیزاری ظاہر کرتے ہیں، قیامت، جنت وجہنم، حساب وکتاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا حق سمجھتے ہیں، حُسن خاتمہ کی فکر اور دُعا کرتے ہیں۔

(محمد حمید اللہ۔مدظلہ العالی)

جواھر القرآن

سورۂ عادیات دوسری قسط

مفتی محمد شفیع صاحب۔قدس سرّہ العزیز

حالانکہ انسان نے ان گھوڑوں کو پیدانہیں کیا ،ان کو جو گھاس دانہ انسان دیتا ہے وہ بھی اس کا پیدا کیا ہوانہیں ، اس کا کام صرف اتنا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پیدا کیئے رزق کو اُن تک پہنچانے کا واسطہ بنتا ہے اب گھوڑے کو دیکھئے کہ وہ انسان کے اتنے سے احسان کو کیسا پہچانتا اور مانتا ہے کہ اُس کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے اور سخت سے سخت مشقت برداشت کرتا ہے اس کے بالمقابل انسان کو دیکھو جس کو ایک حقیر قطرہ سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اس کو مختلف کاموں کی قوت بخشی ، عقل وشعور دیا، اُن کے کھانے پینے کی ہرچیز پیدا فرمائی اور اُس کی تمام ضروریات کو کس قدر آسان کرکے اس تک پہنچادیا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے مگر وہ ان تمام اکمل و اعلیٰ احسانات کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔ اب الفاظ آیت کی تشریح دیکھئے۔عادیات، عَدْو سے مشتق ہے جس کے معنی دوڑ کے ہیں۔ضبحا، ضبح وہ خاص آواز ہے جو گھوڑے کے دوڑنے کے وقت اس کے سینے سے نکلتی ہے جس کا ترجمہ ہانپنا کیا گیا ہے،موریات، ایراء سے مشتق ہے جس کے معنی آگ نکالنے کے ہیں جیسے چقماق کو مار کر یا دِیا سلائی کو رگڑ کر نکالی جاتی ہے۔ قَدحاً ، قدح کے معنی ٹاپ مارنے کے ہیں، پتھریلی زمین پر جب گھوڑا تیزی سے دوڑے خصوصاً جب کہ اُس کے پاؤں میں آہنی نعل بھی ہو تو ٹکراؤ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔مغیرات ، اغارہ سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کرنے اور چھاپہ مارنے کے ہیں۔صبحًا، صبح کے وقت کی تخصیص بیان عادت کے طور پر ہے کیونکہ عرب لوگ اظہار شجاعت کے لئے رات کی اندھیری میں چھاپہ مارنا معیوب سمجھتے تھے ،حملہ صبح ہونے کے بعد کیا کرتے تھے اَثرنَ ، اثارت سے مشتق ہے غبار اُڑانے کے معنی میں اور نقع غبار کو کہاجاتا ہے۔مراد یہ ہے کہ یہ گھوڑے میدان میں اس تیزی سے دوڑتے ہیں کہ اُن کے سُموں سے غبار اُڑ کر چھاجاتا ہے خصوصًا صبح کے وقت میں غبار اُڑانا زیادہ سرعت اور تیزی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ وقت عادۃً غُبار اُڑنے کا نہیں، کسی سخت دوڑ ہی سے اس وقت غُبار اُٹھ سکتا ہے۔ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا، یعنی یہ دشمن کی صفوں میں بے خوف وخطر گھس جاتے ہیں ۔کنود کے معنی میں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ وہ شخص جو مصائب کو یادرکھے اور نعمتوں کو بھول جائے اُس کو کنود کہاجاتا ہے ابوبکر واسطیؒ نے فرمایا وہ جو اللہ کی نعمتوں کو اُس کی معصیتوں میں صرف کرے وہ کنود ہے۔اور ترمذی نے فرمایا کہ جو

// بقیہ صفحہ 7 پر//

اَدعِیۃ الرسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

نومولود کی مبارک باد اور اسکا جواب

''بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِی الْمَوْهُوْبِ لَکَ وَشَکَرْتَ الْوَاهِبَ وَبَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ رُزِقْتَ بِرَّهٗ''

برکت دے اللہ، تمہارے لئے اس بچے میں جو عطا کیا گیا ہے تمہیں اور تم شکر کرو عطا کرنیوالے کا اور پہنچے (یہ بچہ) اپنی جوانی کی قوتوں کو اور تمہیں نصیب ہو اسکا حسن سلوک۔

دُوسرا اس کے جواب میں یہ کہے: ''بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَيْکَ وَجَزَاکَ اللّٰهُ خَيْرًا وَّرَزَقَکَ اللّٰهُ مِثْلَهٗ وَاَجْزَلَ ثَوَابَکَ'' (دیکھئے الاذکار للنووی صفحہ: ۳۴۹ اور صحیح الاذکار لسلیم الہلالی: ۲/ ۷۱۳)

برکت دے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور برکت فرمائے تم پر اور بدلہ دے تمہیں اللہ بہت بہتر، عطا فرمائے تمہیں اللہ اس جیسا اور بہت زیادہ کرے (اللہ) تمہارا ثواب۔

بچوں کو کن الفاظ کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیا جائے

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ان لفاظ کے ساتھ اللہ کی پناہ میں دیتے: ''اُعِيْذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَآمَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّآمَّةٍ'' میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے جانور سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے۔ (بخاری حدیث: ۳۳۷۱)

بیمار پُرسی کے وقت مریض کیلئے دُعاء

ا۔ ''لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ'' (بخاری مع الفتح: ۱۰/ ۱۵۱)

کوئی حرج نہیں یہ بیماری پاک کرنے والی ہے اگر اللہ نے چاہا۔

اتباعِ سنت اور سود سے بچنے کی برکت

زیر نظر واقعہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اپنی خودنوشت سوانح ''انوار النظر فی آثار الظفر'' حصہ دوم کے شروع ہی میں بیان فرمایا ہے، نہایت کارآمد اور مفید ہونے کی وجہ سے پیش خدمت ہے:

مولانا فرماتے ہیں کہ ۱۳۹۱ء میں جبکہ میرا قیام مدرسہ راندیریہ رنگوں میں تھا، مولوی ظفر علی خان مرحوم ایڈیٹر اخبار ''زمیندار لاہور'' رنگون تشریف لائے ان کیلئے وہاں تقریر کا انتظام کیا گیا، پہلی تقریر سورتی جامع مسجد میں ہوئی، تقریر کا موضوع کچھ اور ہی تھا، تو اسی اثناء میں انہوں نے مسئلہ سُود بھی چھیڑ دیا، میں نے کہا: ''آپ اس وقت اس بحث میں نہ پڑیں جو بیان کر رہے تھے بیان کرتے رہیں میں اس مسئلہ پر پھر زبانی گفتگو کروں گا''

انہوں نے اس مسئلہ کو چھوڑ کر اپنی تقریر جاری رکھی، اس سے فارغ ہوکر وہ قیام گاہ پر پہنچے، کھانے کا وقت ہوگیا تھا، چونکہ میں بھی مدعو تھا اسلئے قیام گاہ پر پہنچ گیا اس وقت بہت سے سیٹھوں کا مجمع تھا وہ بھی کھانے پر مدعو تھے، میں نے اس وقت مسئلہ سُود پر گفتگو مناسب سمجھی میں نے کہا: ظفر علی خان صاحب! میں اس وقت دلائل سے بحث نہیں کروں گا واقعات سے سُود کی برائی ثابت کروں گا، یہ رنگوں کے تاجر آپ کے سامنے موجود ہیں ان سے معلوم کرلیا جائے کہ ایک سال رنگوں کے بازار میں آگ لگی بہت سی دُکانیں جل کر راکھ ہوگئیں، جب ایک دیندار سیٹھ کی دوکان تک آگ پہنچی، تو اُن سے کہا گیا کہ بازار میں آگ لگ گئی ہے اور آپ کی دوکان کے پاس پہنچ گئی ہے جلدی چلئے، سیٹھ نے بڑے اطمینان سے کہا:

''میں نہ سود لیتا ہوں نہ دیتا ہوں، اور ہر سال زکوٰۃ برابر دیتا ہوں، بے فکر رہو، اِن شآءاللہ تعالیٰ میری دوکان میں آگ نہیں لگے گی۔''

ملازمین واپس آئے تو دیکھا واقعی ان کی دوکان کو چھوڑ کر آگ دوسری دوکان میں لگ گئی۔ دونوں طرف دوکانیں جل رہی تھیں مگر ان کی دوکان محفوظ تھی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ رنگون میں بڑی شیئرز کمپنیاں دو ہیں، ایک سورتی بڑا بازار ہے جس کا کاروبار سودی نہیں ہے، دوکانیں اور مکانات بناتا ہے اور کرایہ پر دیتا ہے، شیئر پچیس روپے کا ہے منافع اس وقت دس روپے ماہوار ہے، اب اس نے شیئرز کی فروخت بند کردی ہے، جو شیئر لینا چاہیے وہ پہلے شیئرز ہولڈروں سے شیئرز خریدتا ہے، آج پچیس روپے کے شیئرز کی قیمت ڈھائی ہزار روپے سے بھی اوپر ہے۔

دوسری آراے ٹی کمپنی ہے جس کا شیئرز دس روپے کا ہے، اور منافع سالانہ ایک روپیہ ہے کبھی سوا روپیہ بھی ہوجاتا ہے، اور کبھی بارہ آنے ہوجاتا ہے، اور شیئرز کی قیمت وہی دس روپیہ ہے، سورتی بڑا بازار کے جس شیئرز ہولڈر کے پانچ سو شیئرز تھے آج وہ لکھ پتی ہے اور آراے ٹی کمپنی کے شیئرز ہولڈر کے پاس اگر پانچ سو شیئرز ہیں وہ ہزار پتی سے اوپر نہیں کیونکہ اس کا کاروبار سودی ہے، پھر آپ تو صحافی ہیں، آپ کو معلوم ہوگا کہ آج دُنیا کی اقتصادی حالت کے خراب ہونے اور اشیاء کے گراں ہونے کا بڑا سبب امریکا کا سود ہے، دُنیا کی ساری حکومتیں امریکہ کی مقروض ہیں اور اس کو سود دیتی رہتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ہر حکومت کی معیشت پر بڑا بار ہے، اسی لئے گرانی بڑھتی ہے، تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جب مسلمانوں کا عروج تھا اس وقت مسلمان سُودی کاروبار نہیں کرتے تھے بلکہ شرکت مضاربت سے کاروبار کرتے تھے اس میں اتنی برکت تھی کہ آج اس کی نظیر ملنا محال نہیں تو دُشوار ضرور ہے۔

تاریخی واقعہ ہے کہ بغداد سے ایک تاجر بہت سے جہاز لے کر تجارت کو چلا تو اس کے دوستوں اور قرابت داروں نے اپنا اپنا مال بھی اس کو دیا کہ اس کو بھی اپنی تجارت میں شامل کرلو جو منافع ہوگا، آدھوں آدھ تقسیم کرلیا جائے گا، اس وقت ایک بڑھیا بھی کھڑی تھی جو تاجر کی قرابت دار تھی تاجر نے ہنس کر کہا، اَماں تم بھی کچھ تجارت میں لگادو، اس نے پوچھا کتنا نفع ہونے کی اُمید ہے، اس نے کہا ہر چھ ماہ میں دُگنا ہوجانے کی اُمید ہے اس نے ایک روپیہ نکال کر دے دیا کہ میری طرف سے یہ لگا دینا تاجر نے روپیہ جیب میں ڈال لیا، بارہ سال کے بعد واپس آیا اور سب لوگوں کا حساب کردیا، بڑھیا بھی پہنچی تو اس نے اپنے منشی سے کہا کہ: ''بڑی بی کو پانچ ہزار روپے دے دو''۔

بڑھیا نے کہا: ''یوں نہیں میں تو حساب سے لوں گی، بتلاؤ تم نے جو کہا تھا ہر چھ ماہ میں سرمایہ دُگنا ہوجائے گا تو ایسا ہوا یا نہیں'' تاجر نے کہا: واقعی ایسا ہوا ہے، تو اس نے کہا: اب حساب کر کے میرا نفع دو، تاجر نے منشی سے کہا: ان کو ڈھائی لاکھ روپیہ دے دو، بڑھیا خوش ہوکر چلی گئی، منشی نے کہا: آپ نے بڑی بی کو بہت دے دیا، تاجر نے کہا: میں نے اس کا روپیہ تجارت میں لگایا نہیں تھا وہ میری جیب ہی میں پڑا رہا، اگر تجارت میں لگاتا تو حساب سے اس کا حق اس سے بھی زیادہ ہوتا۔''

کیا آج اس کی نظیر مل سکتی ہے کہ ایک روپیہ سے بارہ سال میں ڈھائی لاکھ سے اوپر نفع ہوجائے یہ اتباعِ شریعت کی اور سُود سے بچنے کی برکت تھی۔

سوگام میں رسیونگ سٹیشن کا افتتاح

سرینگر// بجلی، تکنیکی تعلیم اور دیہی ترقی کے وزیر مملکت وقار رسول نے کہا ہے کہ راجیو گاندھی گرامین ودھیوتی کرن یوجنا کے مرحلہ دوم کے تحت ایسے علاقوں کو بجلی کی سہولیات فراہم کی جائے گی جہاں یہ سہولیات ابھی دستیاب نہیں ہیں۔ وزیر موصوف ضلع کپوارۃ میں سوگام میں ایک رسیونگ اسٹیشن کا افتتاح کرنے کے بعد اپنے خیال کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر ضلع ترقیاتی کمشنر اور ضلع انتظامیہ کے سینئر افسران اور باقی محکموں کے حکّام بھی تھے۔ اس رسیونگ سٹیشن کو تین کروڑ روپے کی لاگت سے آر جی جی وی وائی کے تحت مکمل کیا گیا ہے، اس سے علاقہ میں 27 پنچائت حلقوں کو یہ سہولیات دستیاب ہوگی اور اس سے 25 ہزار نفوس کو بجلی کی سہولت دستیاب ہوگی، وزیر موصوف نے کہا کہ آر جی جی وی وائی کے تحت علاقہ کے 33 گاؤں کو جلد ہی بجلی فراہم کی جائے گا جس سے وہاں بجلی کی سہولیات اور دیگر پروگراموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے راہیں ہموار ہوں گی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے شعبہ بجلی کو اپنے ترجیحات میں شامل کیا ہے اور اس شعبہ کو استوار کرنے کیلئے تمام ممکنہ اقدامات اُٹھائے جائیں گے تا کہ دیہی اور دور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگ اس سہولت سے بھرپور فائدہ اُٹھا سکیں۔ وزیر اعلیٰ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ درختوں اور خستہ حال کھمبوں سے ہوتے ہوئے خاردار تار کو جلد ہی اُٹھایا جائے گا تا کہ عوام کو کسی مشکل کا سامنا کرنا نہ پڑے۔ انہوں نے کہا کہ علاقہ کی سماجی و اقتصادی ترقی کیلئے بجلی کی سہولیات کی فراہمی کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔ دیہی اور دور دراز علاقوں کی ترقی اور خوشحالی یقینی بنانے کیلئے حکومت کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے وزیر موصوف نے عوام سے اپیل کی کہ وہ آگے آ کر فلاحی سکیموں اور مختلف فلیگ شپ پروگراموں سے بھرپور فائدہ حاصل کریں۔ انہوں نے کہا کہ ایسا کرنے سے وہ براہِ راست ان پروجیکٹوں کو عملانے میں وابستہ ہوگی اور اس سے مطلوبہ فیڈ بیک بھی حاصل ہوگی انہوں نے کہا کہ ریاست میں کورپشن کی وبا کو جڑ سے اُکھاڑنے کیلئے حکومت نے کئی لینڈ مارک قانون متعارف کئے ہیں۔

علم نحو سیکھئے - 19

مولانا محمد طاہر قاسمی۔ اُستاذ سواء السبیل

سوال: (۱) مفرد منصرف صحیح۔ (۲) جاری مجریٰ صحیح۔ (۳) اور جمع مکسر کا اعراب بتائیے؟

جواب: (۱) مفرد منصرف صحیح۔ (۲) جاری مجریٰ صحیح۔ (۳) اور جمع مکسر کا اعراب یہ ہے کہ حالتِ رفع میں ضمّہ، حالت نصب میں فتحہ اور حالتِ جر میں کسرہ کے ساتھ۔ جیسے حالتِ رفعی کی مثال: جَآءَ زَيْدٌ وَدَلْوٌ وَرِجَالٌ حالتِ نصبی کی مثال: رَأَيْتُ زَيْداً وَدَلْوًا وَرِجَالاً حالتِ جرّی کی مثال: مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَدَلْوٍ وَرِجَالٍ۔

سوال: (۱) مفرد منصرف صحیح۔ (۲) جاری مجریٰ صحیح۔ (۳) اور جمع مکسر اِن تینوں قسموں کو اعراب بالحرکت کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے مُفرد باعتبارِ تثنیہ وجمع کے اور منصرف باعتبار غیر منصرف کے اَصل ہے اور رہی بات جمع مکسر میں تو مفرد کا وَزن سالم نہ رہنے کی وجہ سے اُس کو مفرد کے تابع کر کے اَصل قرار دیا گیا۔ اور اعراب میں اعراب بالحرکت اصل ہے۔ لہٰذا اَصل کو اصلی اعراب دے دیا گیا۔

سوال: (۴) جمع مؤنث سالم کا اعراب بتائیے؟

جواب: جمع مؤنث سالم کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفع میں ضمّہ اور حالت نصب اور جر میں کسرہ کے ساتھ۔ رفعی کی مثال جَآءَ نِیْ مُسْلِمَاتٌ، حالت نصبی کی مثال: رَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ حالت جری کی مثال: مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ

سوال: جمع مؤنث سالم میں حالت نصبی کو جری کے تابع کیوں کیا گیا؟

جواب: اُس کی وجہ یہ ہے کہ جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے اور جمع مذکر سالم میں حالت نصبی کو جری کے تابع کیا گیا ہے۔

سوال: جمع مؤنث سالم جب جمع مذکر سالم کی فرع ہے تو اس کو اعراب بالحروف کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع مؤنث سالم کا آخر اعراب بالحرف آنے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ جمع مؤنث سالم کے آخر میں حروفِ علّت نہیں ہے۔

سوال: (۵) غیر منصرف کا اعراب بیان کیجئے؟

جواب: غیر منصرف کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفع میں ضمّہ اور حالت نصب اور جر میں فتحہ کے ساتھ، رفع کی مثال: جَآءَ عُمَرُ نصبی کی مثال: رَأَيْتُ عُمَرَ جرّی کی مثال: مَرَرْتُ بِعُمَرَ

سوال: غیر منصرف میں حالت جری کو نصبی کے تابع کیوں کیا گیا؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر منصرف کی دو فرعیّتوں میں فعل کے ساتھ مشابہت ہے اور فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتا ہے۔

سوال: (٦) اَسماءِ ستّہ مکبّرہ کا اعراب بیان کیجئے؟

جواب: اَسماءِ ستّہ مکبّرہ کا اعراب یہ ہے کہ حالت رفع میں واؤ، حالت نصب میں الف اور حالت جر میں ی کے ساتھ۔ رفعی کی مثال: جَآءَ اَبُوْکَ نصبی کی مثال: رَأَيْتُ اَبَاکَ جری کی مثال: مَرَرْتُ بِاَبِيْكَ

سوال: اَسماءِ ستّہ مکبّرہ کو اعراب بالحروف کیوں دیا گیا؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ مفرد اور تثنیہ اور جمع کے درمیان اتحاد ذاتی ہے، اس لئے کہ تثنیہ اور جمع مفرد ہی سے بنایا جاتے ہیں۔ اس مناسبت کو باقی رکھنے کیلئے اعراب بالحروف دیا گیا۔ (ایضاح المطالب)

سوال: اسماءِ ستّہ کے اعراب کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: اَسماءِ ستّہ کے اعراب بالحروف کی چند شرطیں ہیں: (۱) مکبّرہ ہوں۔ (۲) موحّدہ ہوں۔ (۳) مضاف ہوں۔ (۴) یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں۔ (ہدایۃ النحو)

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

نمازِ مغرب اور عشاء کے درمیان کا کتنا وقفہ رکھنا چاہیے؟

از: مفتی محمد اسحٰق نازکی صاحب۔ عفی عنہ

سوال: آج کل دیہات کے اکثر گاؤں میں نمازِ مغرب سے نمازِ عشاء تک صرف ایک گھنٹہ کا فاصلہ رکھتے ہیں۔ جبکہ میقات الصلوٰۃ میں جون کے مہینے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ سے بھی زیادہ وقفہ لکھا ہوا ہے۔ لیکن جب کہا جاتا ہے کہ نمازِ عشاء آپ لوگ مغرب کے ساتھ ہی ادا کرتے ہیں کیونکہ ابھی وقت داخل ہی نہیں ہوا، وہ جواباً کہتے ہیں فلاں مولوی نے جمعہ کے موقع پر کہا کہ مغرب سے عشاء تک صرف ایک گھنٹہ کا وقفہ کافی ہے؟ صحیح کیا ہے؟

محمد افضل بٹ۔ نوشہرہ کھرم

جواب: وبالله التوفيق۔ عقائد وعبادات اور معاملات ومعاشرات کے بہت سارے مسائل ہمارے لئے رستے ناسور بن چکے ہیں تاہم مختلف مکاتیب فکر سے تعلق رکھنے والے اربابِ علم واخلاص تا حدِ امکان حسب توفیق باری جل جلالہٗ تحریری اور تقریری طور رات دِن ان کی اصلاح کرنے میں کوشاں ہیں اگر چہ ایسے افراد کی تعداد بہت ہی کم ہے تاہم غنیمت ہے جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ یہاں انھیں مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ جس کا تعلق اہم عبادات وافضل اعمال سے ہے، وقت اذان ونمازِ عشاء ہے۔ یہ امت کا مشترکہ مسئلہ ہے اسلئے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں سلف صالحینؒ کی تحقیقات کے مطابق وقت سے پہلے نماز پڑھنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، امید ہے کہ ہے کہ مندرجہ عنوان ومعنون کو دلسوزی کے ساتھ سمجھا جائے اور اصلاح کا فکر کیا جائے۔ والله المستعان وعليه التكلان

قرآن کریم کی تصریح کے مطابق پنجگانہ نمازوں کی ادائیگی وقت پر فرض ہے اور ہر ہر نمازِ فرض کا وقت مقرر ہے اس سے پہلے اگر پڑھیں گے تو فرض ادا نہیں ہوگا وقت ہونے کے بعد دوبارہ پڑھنا پڑے گا اور وقت نکل جانے کے بعد پڑھیں گے تو نماز قضا ہوگی اگر چہ ادا ہوگی ہاں بلاوجہ شرعی وطبعی نماز کو قضا کرنا بہت بڑا گناہ ہے، "اِنّ الصَّلوٰۃ کانت......" (سورۂ نساء) کا یہی مفہوم مفسرین کرامؒ نے بیان کیا ہے، اور کتب الفقہ والفتاویٰ میں باب اوقات الصلوٰۃ اور باب الفوائت کے تحت یہی مسئلہ لکھا گیا ہے۔

ادھر احادیث شریفہ نے ہر ہر نماز کی ابتداء اور اس کی انتہا مقرر کی ہے اوقات مکروہ کی وضاحت کی ہے پھر فقہاء کرامؒ نے قرآنِ کریم کی آیاتِ شریفہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں مسائل کو جمع فرمایا ہے، اور جہاں کہیں آیت یا حدیث کے سمجھنے میں انہیں دِقت ہوتی تھی وہ اقوالِ صحابہؓ اور آثارِ سلف صالحینؒ کی تحقیقات کی روشنی میں اپنے اپنے مذاہب مرتب فرمایا کرتے تھے چوں کہ الحمدللہ کشمیر میں تقلیدی مذاہب میں صرف اور صرف حنفی مذہب ہے لہٰذا اسکی روشنی میں مع دلائل مسئلے کا جواب عرض کر دیتا ہوں۔

نمازِ عشا جس کو فارسی میں بلکہ ہمارے یہاں اپنی زُبان میں نمازِ خفتن کہا جاتا ہے، اسکی تاخیر بہرحال پسندیدہ اور مستحسن ہے اتنی کہ نمازِ پڑھ کر آدمی بس سو ہی جائے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر مجھے اپنی امت پر نمازِ عشا کو تہائی رات تک مؤخر کرنے میں مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو انہیں اس وقت تک مؤخر کرنے کا حکم ضرور دیتا مگر اس میں طبعی طور پر مشقت ہے لہٰذا اس کا حکم نہیں دیا گیا البتہ تاخیر کو مستحب بتایا گیا، اور یوں رات کو سویرے ہی سو جانا بھی اچھا سمجھا نہیں جاتا ہے، "لَوْلا اَن اَشقّ علی اُمّتی.........." تو نمازِ عشاء کے بارے میں کیا خیال ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ نمازِ عشاء کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے کبھی کبھار اونگھا کرتے تھے نیز ایک اور حدیث میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تیسری چاند کے غروب ہونے کیوقت نماز عشاء کیلئے تشریف لاتے تھے۔ ان حادیث شریفہ اور آثارِ مبارکہ کی روشنی میں خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم مع صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اسی چیز پر عمل فرماتے تھے جس کی آپ ساری امت کیلئے تمنا فرمایا کرتے تھے مگر حکم نہیں فرمایا، یعنی خود عزیمت پر عمل پیرا ہوئے اور امت کو رخصت پر عمل کرنے کی اجازت ملی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا ابتدائی وقت کیا ہے تو اس کو بھی فقہاء کرامؒ کی تحقیقات کی روشنی میں یہ سمجھ لیجئے۔

جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو غروب کی جگہ سرخی دیر تک رہتی ہے جب تک یہ سرخی رہے نمازِ مغرب کا وقت رہتا ہے اگر چہ بلاوجہ نمازِ مغرب کو اتنی مؤخر کرکے پڑھنا صحیح نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، سرخی ختم ہونے کے بعد سفیدی ظاہر ہوتی ہے، ایک روایت کے مطابق یہی اذانِ عشاء کا ابتدائی وقت ہے، یہ مختلف موسموں میں دس سے بارہ منٹ تک رہتی ہے، اس کے غروب ہونے کے ساتھ ہی رات کی گہری سیاہی چھا جاتی ہے، دوسری روایت کے مطابق یہی اذانِ عشاء کا ابتدائی وقت ہے یہی روایت قوی اور مضبوط ہے اور اسی پر علماءِ احناف بشمول اکثر فقہاء عظام وائمہ کرام رحمہم اللہ کا عمل ہے، میقات الصلوٰۃ کے آخری خانے میں وقت اذانِ عشاء اسی دوسری روایت کے مطابق ہے، اگر آپ روزانہ اس وقت کا ملاحظہ فرما کر چاہے پہلی روایت کے مطابق (جس کی ضرورۃً اجازت ہے) اذانِ عشاء دے کر نماز پڑھیں تو درست اور صحیح ہے، یاد رہے یہ سفیدی جیسا کہ بتلایا گیا ہے کہ دس منٹ یا زیادہ سے زیادہ بارہ منٹ تک رہتی ہے، عشاء کے درج وقت سے کم کرنے کی صورت میں ہے ورنہ اس کے غائب ہونے کے بعد اذان عشاء دی جائے۔

یاد رہے میقاۃ الصلوٰۃ غالباً پچھلے تیس سال سے چھپتا آرہا ہے اور مختلف سائزوں میں مختلف ایجنسیوں اور افراد نے اپنے اپنے دوق کے مطابق اس کو شائع کر کے تقریباً ہر جگہ اس کو پہنچایا ہے، نیز چھپنے سے پہلے اسکی تصدیق ذمہ دار علماءِ کرام سے کرالی گئی ہے لہٰذا اسی کے مطابق نمازوں اور اذانوں کا نظام بنایا جائے، اس کا مطالعہ خود کریں اوروں کو سمجھا دیں جہاں سمجھ نہ آئے وہاں مستند علماء کرام سے پوچھا جائے کیونکہ "فَاسْئَلُوْا اهل الذكر......" عالمی اٹلس اور نقشہ جات کی روشنی میں مرتب یہ میقات مستند اور معتمد ہے۔ فقہ وفتاویٰ کی تمام کتابوں مثلاً قدوری، کنز الدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، عالمگیری، شامی، درمختار وغیرہا میں یہی تصریح آئی ہے۔

امداد الفتاویٰ میں حضرت محقق تھانویؒ نے لکھا ہے کہ طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک جن ممالک میں جتنا فاصلہ رہتا ہے اتنا ہی غروب آفتاب سے غروبِ شفق ابیض (سفیدی) تک وقت رہتا ہے۔ اسی طرح طلوع صبح کاذب کے دس بارہ منٹ کے بعد طلوع صبح صادق ہوتا ہے اتنے ہی منٹ تک شفق ابیض جانب مغرب میں رہتا ہے۔

حرمین شریفین زادھما اللہ تعالیٰ تشریفاً وتعظیماً میں مغرب اور عشاء کے درمیان تقریباً اتنا ہی فاصلہ رکھا جاتا ہے جتنا میقات الصلوٰۃ میں دکھلایا گیا ہے۔ ہاں خلیجی ممالک اور بحری اور سمندری علاقوں میں تفاوت بہت کم رہا ہے کیونکہ ارضیات اور فلکیات کے ماہرین کے ہاں ایسا تفاوت لازمی ہے۔ اور یہ تفاوت شرعاً معتبر ہے۔

یہ جو مشہور ہے اور بسل لکھا ہوا بھی ہے کہ نماز مغرب کے سوا گھنٹہ کے بعد نمازِ عشاء پڑھی جائے صحیح ہے لیکن مسئلے کو غلط انداز میں سمجھا گیا ہے وہ یوں ہے کہ جب حکم شرعی اذان غروبِ آفتاب کے بعد دی جائے، اذان کے بعد وقفہ قلیلہ مسنونہ کے بعد نماز مغرب مسنون قرأت کے ساتھ ادا کی جائے، سلام پھیرنے کے بعد کلماتِ مسنونہ سے فارغ ہو کر دو رکعت سنت پڑھ کر نفل کی دو رکعتیں پڑھی جائیں تو یہ مجموعی طور اذان سے نفل کی فراغت تک بیس منٹ کا وقت ہے اس کے بعد آپ سوا گھنٹہ کا فاصلہ رکھ کر اذان عشاء دیجئے تو یہ بعینہٖ میقات الصلوٰۃ کے مطابق ہی ہو جاتا ہے۔ خوب سمجھ لیں۔

الحاصل میقات الصلوٰۃ کے آخری خانے میں درج شدہ وقت، وقت اذان عشاء ہے، اسی وقت پر اذان عشاء دے دی جائے اور اسی کا ماحول اور مزاج بنا دیں ہاں کسی سبب سے اتنا نہ ہو سکے تو درج شدہ وقت سے دس بارہ منٹ پہلے اذان دی جا سکتی ہے، اور نمازِ عشاء بھی ادا کی جا سکتی ہے، یہ حکم سبھوں کیلئے عام ہے عورتوں کو بھی اپنے گھروں میں اسی تفصیل کے ساتھ نمازِ عشا کا وقت سمجھایا جا سکتا ہے "وَأمُرْ اَهلَكَ بِالصَّلوٰة" (القرآن) "اَیْ بِاَدَاءِ الصَّلوٰۃ.........." ائمہ کرام ومتولیانِ مساجد اور مؤذنین عظام حضرات اس مسئلے کو خوب سمجھ لیں، امام کو حدیث میں نمازوں کی صحت اور فساد کا ضامن بتایا گیا ہے، اگر اس کی نماز صحیح تو سبھوں کی صحیح۔ اگر اس کی نمازِ نا دُرست تو سبھوں کی نماز خراب۔ اگر امام پر سجدۂ سہو لازم ہے تو بوجہ اقتداء مقتدی پر بی اور اس پر بھی جو آخری رکعت میں شامل جماعت ہوا، سجدۂ سہو لازم ہے۔ امام کو اپنی نماز کا بھی حساب دینا ہے اور تمام اقتداء کرنے والوں کی نمازوں کا بھی۔ بہت ہی نازک مسئلہ ہے۔ مقامِ عبرت وموعظت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات پر اخلاص کے ساتھ تادم واپسیں چلانا اور چلنا آسان کردے اور اپنی ناخوشی سے بچنا سہل فرمادے۔ آمین بحق سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

اسی طرح مؤذن کو حدیث میں امانتدار، قابل اعتماد واعتبار بتایا گیا ہے۔ کہ وقت سے پہلے اذان دے کر وقتِ نماز کا جھوٹا اعلان کر دیا۔ امانت میں خیانت کی۔ کتنوں کے روزے ضائع کر دیئے اور کتنوں کی نمازیں برباد ہو گئیں لہٰذا وہ وقتِ صحیح ہونے کے بعد اذان دیا کرے کیوں کہ وقت کی پہچان کر کے پھر اذان دینا اس پر شرعی ذمہ داری ہے، متولیان مساجد حضرات مستند علماءِ کرام سے پوچھا کریں وہ بھی اپنے متعلقہ عوام کی ذمہ دار کمیٹی ہوتی ہے۔ انھیں بھی اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد مبارک ہے "الا كُلُّكُم رَاعٍ وَكُلُّكُم مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِه"

مسئلہ کی وضاحت کے بعد اب انجانا بننا یا تجاہلِ عارفانہ سے کام لینا دُرست نہیں ہے اور اگر اس سے پہلے مسئلہ معلوم تو تھا کہ وقت سے پہلے نمازِ عشا پڑھی جا رہی ہے تو اس کو دوہرانا فرض ہے اگر معلوم نہیں تو اَب معلوم ہو گیا تو بہتر ہے کہ انفرادی طور سراً دوہرا دے اور پہلی صورت میں اس کی حکمت وتدبر کے ساتھ دوہرانے کی ترغیب دے اگر خدانخواستہ اس اہم مسئلے کی وضاحت سے مسجد میں فتنے کا اندیشہ ہو تو خاموش رہا جائے اس لئے کہ ایسی حالت میں تبلیغ فرض نہیں ہے۔ شریعت مبارکہ نے حکمت اور تدریج نیز تیسیر وتبشیر کے ساتھ دعوت الی اللہ اور تبلیغ دین کا حکم فرمایا ہے، غیروں کے ساتھ تو ہے ہی مقتضائے شریعت کے اعتبار سے اپنوں سے بھی۔ بَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا يَسِّرَا وَتُعَسِّرَا. نیز ابلاغ وتبلیغ تو ہمارا کام ہے۔ منوانا اور راہِ حق وراہِ ہدایت پر لانے کی حضراتِ انبیاءِ کرام اور حضرت سید الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بھی ذمہ داری نہیں ہے۔ "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" ...... "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ" آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کام راہ دِکھلانا تھا دلائل اور براہین کے ساتھ سمجھانا تھا۔ رفع اشکالات اور دفع شبہات بھی۔ لیکن راہ پر کون چلے اور کون نہ چلے۔

//بقیہ صفحہ 6 پر......//

نوٹ: اس شمارے میں شاملِ اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ ادارہ

www.khanqah.in

www.khanqah.in

کِن لوگوں کو کمر دَرد ہو سکتا ہے؟

(۱) کمپیوٹر کے سامنے کسی سخت کرسی پر کئی کئی گھنٹے بیٹھے رہنے والے نوجوان افراد۔(۲) روزانہ باورچی خانوں کے کام کاج میں جی رہنے والی خواتین جو مسلسل جھک کر کھانا پکاتی ہیں۔(۳) آفس میں کام کرنے والے افراد جو گھنٹوں اپنی کرسیوں پر جھکے کاغذات سے سر کھپاتے رہتے ہیں اور اس دوران اپنی جگہ سے اُٹھنے کا موقع بھی شاذونادر ہی پاتے ہیں۔(۴) خواتین جو اونچی ایڑھی کی سینڈل پہنتی اور بے تکے انداز میں چلتی ہیں۔(۵) وہ لوگ جو کمر پر زور دیتے ہوئے بھاری بوجھ اُٹھاتے ہیں۔(۶) ایسے لوگ جو حد درجہ نرم بستروں پر سوتے ہیں۔ان تمام لوگوں میں کمر درد مشترک ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تمام افراد اپنی ریڑھ کی ہڈی سے دُشمنی کر رہے ہیں۔

ریڑھ کی ہڈی ہمارے جسمانی نظام کا مرکزی حصہ ہے، ہمارا عصبی نظام دماغ اور حرام مغز سے مل کر بنا ہے، ہمارا دماغ جاندار حالت میں ایک نیم مائع قسم کا عضو ہے جو ایک ٹھوس ہڈی کے خول میں محفوظ ہوتا ہے جسے کھوپڑی کہتے ہیں، جبکہ حرام مغز ہماری ریڑھ کی ہڈی کے اندر ایک رسی کی مانند عضو ہے جو گردن سے ہوتا ہوا دماغ سے منسلک ہوتا ہے، حرام مغز دراصل ہمارے جسم اور دماغ کے درمیان پیغام رسانی کی مرکزی گزرگاہ کے طور پر کام کرتا ہے، اس میں لاتعداد اعصاب نکل کر ایک جال کی طرح جسم کے دیگر اعصاء کے ساتھ رشتہ استوار کئے ہوئے ہوتے ہیں، ہم جو کچھ محسوس کرتے ہیں مثلاً تکلیف یا گرمی اور سردی کے احساسات تو اعصاب سب سے پہلے اس سے حرام مغز کو مطلع کرتے ہیں، حرام مغز یہ احساس دماغ تک پہنچاتا ہے جو اپنی ہدایت حرام مغز کے ذریعے ہی متعلقہ عضو تک پہنچانے کیلئے ایک بار پھر ان ہی اعصاب کا سہارا لیتا ہے، یاد رکھئے کہ حرام مغز بے شمار اعصاب کا مجموعہ ہے جسم میں پھیلے ہوئے اعصاب دراصل کسی زنجیر کی طرح باہم جڑے ہوتے ہیں، یہ بے شمار اعصابی خلیوں کا مجموعہ ہوتے ہیں۔

کمر درد سے کیسے بچا جائے؟

۱) ریڑھ کی ہڈی پر زیادہ دباؤ مت ڈالیں۔

۲) اگر آپ کا زیادہ تر کام بیٹھنے کا ہے تو اپنے لئے موزوں کرسی کا انتخاب کیجئے، ہمیشہ سیدھا بیٹھے اور ہر نصف گھنٹے بعد کوشش کریں چہل قدمی ہو جائے، چاہے، وہ چند قدم ہی کی کیوں نہ ہو۔

۳) چلتے ہوئے اپنے جسم کو سیدھا رکھئے، اپنی گردن کو تن کر چلئے، اس بات کی پرواہ مت کریں کہ ایسا کرنے سے لوگ آپ کو مغرور سمجھنے لگ جائیں گے۔

۴) کمر کو اس طرح جھکا کر مت بیٹھیں کہ سارا بوجھ آپ کی ریڑھ کی ہڈی پر پڑے، ہمیشہ توازن برقرار رکھ کر بیٹھئے اور بغیر کمر جھکائے آہستگی کے ساتھ اُٹھئے۔

۵) بے آرام یا بہت اونچی ایڑھی کے جوتے ہرگز مت پہنئے خاص طور پر اگر آپ نوجوان ہیں۔

۶) باورچی خانے میں کام کرتے ہوئے خود کو وقتاً فوقتاً وارم اَپ کرتے رہیے۔

۷) الکوحل کا استعمال اور سگریٹ نوشی مکمل طور ختم کریں۔

۸) اگر آپ کا وزن زیادہ ہے تو اس پر قابو پایئے۔

کمر دَرد ہو جائے تو کیا کریں؟

تمام تر احتیاط کے باوجود اگر آپ کو کمر کا درد ہو جائے تو آپ اس کی وجہ وراثتی خوصیات نازک ہڈیوں کو صریح بد قسمتی قرار دے سکتے ہیں، کمر کا درد اچانک ہو سکتا ہے، کبھی شدید ہوتا ہے اور کبھی دھیما، بعض اوقات یہ خاص اوقات میں اُبھرتا ہے، یہ بالائی اور زیریں کسی بھی جگہ شروع ہو سکتا ہے، جب پہلی بار کمر کا درد ہو تو مزید کسی سنجیدہ مرض سے بچنے کیلئے فوراً اپنا میڈیکل چیک اَپ کرا لیں، تمام ممکنہ اسباب کا سدباب کرنے کے بعد اس وقت تک بستر پر آرام کریں جب تک ابتدائی درد کا حملہ سرے سے معدوم نہ ہو جائے، طبی ماہرین کے مطابق باقاعدہ ہلکی پھلکی ورزش کرنے سے کمر کے درد میں مبتلا افراد کو کافی آرام ملتا ہے۔

بقیہ : آپکے پوچھے گئے دینی سوالات.........

یہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذمہ داری نہیں تھی۔ منزل مقصود تک پہنچانا اور واصل بحق بنانا صرف اور صرف حضرتِ اللہ جل شانہٗ کی شان ہے۔ ''اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ'' اسی پیغمبرانہ اسلوبِ دعوت کے ہم مکلّف ہیں اور اسی میں انسانیت کی فلاح ہے۔

اہل علم حضرات میقات الصلوٰۃ کا بغور مطالعہ فرمائیں تو تمام شبہات رفع ہوں گے پھر کم پڑھے لکھے طبقے کو دردمندی سے سمجھا دیں، اس میں لکھے ہوئے مسائل اور ہدایات کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں، یوں تو ہمارے نوجوان علماءِ کرام اور مستند مفتیانِ عظام اس مسئلے کو اور معاشرے کے اہم سلگتے مسائل کو بخوبی سمجھاتے آ رہے ہیں آج کے اس مضمون میں مختصر دلائل مگر قدرے تفصیل کے ساتھ اس کی الحمدللہ وضاحت آچکی ہے۔ اُمید ہے کہ اس کے بعد اب کوئی شبہ یا اشکال پیش نہیں آئے گا۔ انشاءاللہ الجواب صحیحٌ و المجیب مثابٌ

مفتی نذیر احمد قاسمی۔ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں

اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

مولانا حمید اللہ لون صاحب۔ دامت برکاتہم

عبادت کے معنی ہیں کسی کی رضا کیلئے انتہائی تذلل و عاجزی اور کمال خشوع کا اظہار اور بقول ابن کثیر ''شریعت میں کمال محبت'' خصوع اور خوف کے مجموعے کا نام ہے یعنی جس ذات کے ساتھ محبت بھی ہو، اس کی مافوق الاسباب طاقت کے سامنے عاجزی و بے بسی کا اظہار بھی ہو اور اسباب و مافق الاسباب ذرائع سے اس کی گرفت کا خوف بھی ہو۔ سیدھی عبارت (نَعْبُدُكَ وَنَسْتَعِيْنُكَ) (ہم تیری عبادت کرتے اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں) ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں مفعول کو فعل پر مقدم کر کے ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ ......'' فرمایا، جس سے مقصد اختصاص پیدا کرنا ہے، یعنی ''ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں'' نہ عبادت اللہ کے سوا کسی اور کی جائز ہے اور نہ استعانت ہی کسی اور سے جائز ہے، ان الفاظ سے شرک کا سدباب کر دیا گیا ہے، لیکن جن کے دِلوں میں شرک کا روگ راہ پا گیا ہے، وہ مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب استعانت میں فرق کو نظر انداز کر کے عوام کو مغالطے میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو ڈاکٹر سے مدد حاصل کرتے ہیں، بیوی سے مدد چاہتے ہیں، ڈرائیور اور دیگر انسانوں سے مدد کے طالب ہوتے ہیں، اس طرح وہ یہ باور کراتے ہیں کہ اللہ کے سوا اوروں سے مدد مانگنا بھی جائز ہے، حالانکہ اسباب کے ماتحت ایک دوسرے سے مدد چاہنا اور مدد کرنا یہ شرک نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نظام ہے، جس میں سارے کام ظاہری اسباب کے مطابق ہی ہوتے ہیں، حتیٰ کہ انبیاء بھی انسانوں کی مدد حاصل کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا: ''مَنْ اَنصارِیْ ......'' (الصّف) اللہ کے دِین کیلئے کون میرا مددگار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فرمایا: ''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو'' ظاہر بات ہے کہ یہ تعاون ممنوع ہے، نہ شرک، بلکہ مطلوب و محمود ہے۔ اس کا اصطلاحی شرک سے کیا تعلق؟ شرک تو یہ ہے کہ ایسے شخص سے مدد طلب کی جائے جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے مدد نہ کر سکتا ہو، جیسے کسی فوت شدہ شخص کو مدد کیلئے پکارنا، اس کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا، اس کو نافع وضارّ باور کرنا اور دُور و نزدیک سے ہر ایک کی فریاد سننے کی صلاحیت سے بہرور تسلیم کرنا۔ اس کا نام ہے مافوق الاسباب طریقے سے مدد طلب کرنا، اور اسے خدائی صفات سے متصف ماننا، اسی کا نام شرک ہے، جو بدقسمتی سے محبت اولیاء کے نام پر مسلمان ملکوں میں عام ہے۔ اَعاذنا اللہ منہ۔

توحید کی تین قسمیں ہیں وہ یہ ہیں (۱) توحید ربوبیت (۲) توحید الوہیت (۳) توحید صفات

(۱) توحید ربوبیت کا مطلب ہے کہ اس کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مدبّر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس توحید کو ملاحدہ و زنادقہ کے علاوہ تمام لوگ مانتے ہیں، حتیٰ کہ مشرکین بھی اس کے قائل رہے ہیں اور ہیں جیسا کہ قرآن مجید نے مشرکین مکہ کا اعتراف نقل کیا ہے۔ مثلاً فرمایا: ''اے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم! ان سے پوچھیں کہ تم کو آسمان و زمین میں رزق کون دیتا ہے، یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دُنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ'' (یعنی یہ سب کام کرنے والا اللہ ہے) (یونس: ۳۱) دوسرے مقام پر فرمایا اگر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو یقیناً یہی کہیں گے کہ اللہ (الزمر: ۳۸) ایک اور مقام پر فرمایا: اگر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان سے پوچھیں کہ زمین اور زمین میں جو کچھ ہے یہ سب کس کا مال ہے؟ ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ ہر چیز کی بادشاہی کس کے ہاتھ میں ہے؟ اور وہ سب کو پناہ دیتا ہے، اور اس کے مقابل کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ ان سب کے جواب میں یہ یہی کہیں گے کہ اللہ یعنی یہ سارے کام اللہ ہی کے ہیں۔ (المؤمنون: ۸۴۔۸۹)

(۲) توحید الوہیت کا مطلب ہے کہ عبادت کی تمام اقسام کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور عبادت ہر وہ کام ہے جو کسی مخصوص ہستی کی رضا کیلئے یا اسکی ناراضی کے خوف سے کیا جائے، اس لئے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ صرف یہی عبادات نہیں ہیں بلکہ کسی مخصوص ہستی سے دُعا التجا کرنا، اس کے نام کی نذر و نیاز دینا، اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا، اس کا طواف کرنا، اس سے طمع اور خوف رکھنا وغیرہ بھی عبادات ہیں۔

// بقیہ صفحہ 7 پر ......//

SIR COMPUTERS
& WORLD
COMMUNICATION
Deals with:
HP/Compaq, Epson, Fujifilm,
Intex, Beetel, ProDot, Digisol,
Odyssey, Aoc, Canon
Dangerpora Near Masjid Shareef
Islamabad Kashmir
Contact No's: 9419412525,
E-mail: sircomputers@ymail.com

www.khanqah.in

بقیہ : جواہر القرآن............

شخص نعمت کو دیکھے اور مُنعم یعنی نعمت دینے والے کو نہ دیکھے وہ کنود ہے۔ ان سب اقوال کا حاصل نعمت کی ناشکری کرنا ہے اس لئے کنود کا ترجمہ ناشکرا کا کیا گیا ہے۔

وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ، خیر کے لفظی معنی ہر بھلائی کے ہیں۔ عرب میں مال کو بھی لفظ خیر سے تعبیر کرتے تھے، گویا مال بھلائی ہی بھلائی اور فائدہ ہی فائدہ ہے حالانکہ درحقیقت بعض مال انسان کو ہزاروں مصیبتوں میں بھی مبتلا کر دیتے ہیں۔ آخرت میں تو ہر مال حرام کا یہی انجام ہے کبھی کبھی دُنیا میں بھی مال انسان کے لئے وبال بن جاتا ہے مگر عرب کے محاورہ کے مطابق اس آیت میں مال کو لفظ خیر سے تعبیر کر دیا ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا اِنْ تَرَكَ خَيْرًا یہاں بھی خیر سے مراد مال ہے۔

آیت مذکورہ میں گھوڑوں کی قسم کھا کر انسان کے متعلق دو باتیں کہی گئیں، ایک یہ کہ وہ ناشکر ہے، مصیبتوں و تکلیفوں کو یاد رکھتا ہے نعمتوں اور احسانات کو بھول جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ مال کی محبت میں شدید ہے۔ یہ دونوں باتیں شرعاً وعقلاً مذموم ہیں۔ ان میں انسان کو ان مذموم خصلتوں پر متنبہ کرنا مقصود ہے۔ ناشکری کا مذموم ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ مال کی محبت کو جو مذموم قرار دیا حالانکہ وہ انسانی ضروریات کا مدار ہے اور اُس کے کسب واکتساب کو شریعت نے صرف حلال ہی نہیں بلکہ بقدر ضرورت فرض قرار دیا ہے تو مال کی محبت کا مذموم ہونا یا تو وصف شدت کے اعتبار سے ہے کہ مال کی محبت میں ایسا مغلوب ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے بھی غافل ہو جائے اور حلال وحرام کی پرواہ نہ رہے اور یا اُس کے لئے مال کا کسب واکتساب اور بقدرِ ضرورت جمع کرنا تو مذموم نہیں بلکہ فرض ہے مگر محبت اُس کی بھی مذموم ہے کیونکہ محبت کا تعلق دل سے ہے اس کا حاصل یہ ہوگا کہ مال کو بقدرِ ضرورت حاصل کرنا اور اُس سے کام لینا تو ایک فریضہ اور محمود ہے لیکن دل میں اُس کی محبت ہونا پھر بھی مذموم ہی ہے جیسا انسان پیشاب، پاخانے کی ضرورت کو پورا بھی کرتا ہے اُس کا اہتمام بھی کرتا ہے مگر اُس کے دل میں محبت نہیں ہوتی۔ بیماری میں دوا بھی پیتا ہے آپریشن بھی کراتا ہے مگر دل میں ان چیزوں کی محبت نہیں ہوتی بلکہ بدرجہ مجبوری کرتا ہے اسی طرح اللہ کے نزدیک مؤمن کو ایسا ہونا چاہئے کہ بقدرِ ضرورت مال کو حاصل بھی کرے اُس کی حفاظت بھی کرے اور مواقع ضرورت میں اُس سے کام بھی لے مگر دل اس کے ساتھ مشغول نہ ہو جیسا کہ مولانا رومی نے بڑے بلیغ انداز میں فرمایا ہے

آب اندر زیر کشتی پُشتی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

یعنی پانی جب تک کشتی کے نیچے رہے تو کشتی کا مددگار ہے مگر یہی پانی جب کشتی کے اندر آجائے تو کشتی کو لے ڈوبتا ہے۔ اسی طرح مال جب تک دل کی کشتی کے ارد گرد ہے تو مفید ہے جب دل کے اندر گھس گیا تو ہلاکت ہے۔ آخر سورت میں انسان کی ان دونوں مذموم خصلتوں پر آخرت کی وعید سنائی گئی۔

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ الآیۃ، کیا اس غافل انسان کو اس کی خبر نہیں کہ قیامت کے روز جب کہ مردے قبروں سے زندہ کر کے اُٹھا لئے جاویں گے اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی سب کھل کر سامنے آجاویں گی اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ رب العالمین ان سب کے سب حالات سے باخبر ہیں تو اس کے مطابق جزاء وسزا دیں گے اس لئے عقلمندی کا کام یہ ہے کہ ناشکری سے باز آئے اور مال کی محبت میں ایسا مغلوب نہ ہو کہ اچھے بُرے کی تمیز نہ رہے۔

بقیہ : ہم تیری ہی عبادت..........

توحید الوہیت یہ ہے کہ یہ تمام کام صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کیے جائیں، قبر پرستی کے مرض میں مبتلا عوام وخواص اس توحید الوہیت میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور مذکورہ عبادات کی بہت سی قسمیں وہ قبروں میں مدفون افراد اور فوت شدہ بزرگوں کیلئے بھی کرتے ہیں۔

(۳) توحید صفات کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں، ان کو بغیر کسی تاویل اور تحریت کے تسلیم کریں اور وہ صفات اس انداز میں کسی اور کے اندر نہ مانیں۔ مثلاً جس طرح اس کی صفت علم غیب ہے، یا دُور اور نزدیک سے ہر ایک کی فریاد سننے پر وہ قادر ہے، کائنات میں ہر طرح کا تصرف کرنے کا اسے اختیار حاصل ہے، یہ یا اس قسم کی اور صفات الٰہیہ ان میں سے کوئی صفت بھی اللہ کے سوا کسی نبی، ولی یا کسی بھی شخص کے اندر تسلیم نہ کی جائیں، اگر تسلیم کی جائیں گی تو یہ شرک ہوگا۔ افسوس ہے کہ قبر پرستوں میں شرک کی یہ قسم بھی عام ہے اور انہوں نے اللہ کی مذکورہ صفات میں بہت سے بندوں کو بھی شریک کر رکھا ہے۔ اَعاذنا اللہ منہ

بقیہ: صفحہ اوّل سے آگے......

اس عروج پر پہنچے کہ دُنیا کی متمدن قوم کہلانے کے مستحق ہو گئے، اور دن بدن اس میں اضافہ ہو رہا تھا آج مشرق وسطیٰ کے تیل کا بڑا ذخیرہ امریکہ اور اُس کی پروردہ کمپنیوں کے ہاتھ میں ہے پہلے ایران عراق کی جنگ بعد میں عراق پر امریکہ کے دو شدید حملوں نے پورے علاقے کی سیاسی نوعیت کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے، یہاں کے عوام امریکہ واسرائیل کی سازش واستبداد سے بے زار ہیں۔

دوسری طرف عالم عرب میں نہایت سرعت کے ساتھ تعلیم پھیل رہی ہے عوام مصری علوم میں دلچسپی لے رہے ہیں جس کے نتیجہ میں توقع ہے کہ آج نہیں تو کل ان کے احوال ضرور تبدیل ہوں گے اور وہ مغربی اقوام کے شانہ بشانہ چلنے کے قابل ہو جائیں گے، اس طرح دُنیا کی سیاست وقیادت میں اپنا کردار متعین کر سکیں گے کیونکہ اصل شئ آزادی ہے جسے وہ حاصل کر چکے ہیں دوسری بیداری ہے جس سے وہ دوچار ہیں۔

شر سے مجتنب رہو، راہِ خیر اختیار کرو

حضرت قطبِ ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی۔ رحمۃ اللہ علیہ

''اگرچہ خیر اور شر دونوں اس دنیا میں موجود ہیں اور انسان کے کردار اور عمل میں ان دونوں چیزوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے لیکن متعدد آیات کلام اللہ کے پیش نظر تمام عوامل خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور تمام عوامل شر ابلیس اور نفسِ انسانی کے پیدا کردہ ہیں۔ پس خیر کو تو سراسر اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا جا سکتا ہے۔ شر نہ تو اس کی ذات میں ہے اور نہ اُس کی جانب سے ہے۔ بلکہ نفسِ امارہ کی پیدا کردہ شے ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''تمہیں جو بھی نیکی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے اور تمہیں جو بھی بدی پہنچتی ہے وہ سراسر تمہارے اپنے نفس کی جانب سے ہے'' پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ خیر یعنی توحید وتقویٰ کا راستہ اختیار کر اور شر یعنی شرک وفسق کا اصول اور اس کے عوامل چھوڑ دے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ''میرے بندو! تم جنت میں اپنے اعمالِ صالح کے عوض داخل ہو جاؤ۔ سبحان اللہ! اُس کی کس قدر رحمت ورعایت ہے کہ اُس کے بندے نیک اعمال کے باعث بہشت کے مستحق قرار دیئے گئے، حالانکہ تمام نیک عمل بھی سراسر اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق ونُصرت سے ہیں''۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جنت میں کوئی بھی شخص محض اپنے اعمال کے سبب داخل نہ ہوگا'' اور حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا: ''یارسول اللہ! کیا آپ بھی نہیں'' فرمایا ''میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ واسعہ مجھے ڈھانپ لے'' یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ پس میں تجھے شریعت کا احترام کرنے اور راہِ راست اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہوں پھر جب تو احکامِ الٰہی تعمیل کرے گا اور دستورِ شریعت کا احترام کرے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے شر اور شر کے ذرائع سے محفوظ رکھے گا اور تجھ پر راہِ خیر روشن فرما کر شریعت کو تیرے لئے آسان کر دے گا اور تمام معاصی سے بچائے گا۔ فرمایا جو لوگ ہمیں سمجھنے اور پانے کیلئے جدو جہد کرتے ہیں تم اُن کے لئے صراط المستقیم کو روشن کر دیتے ہیں اور اُن کی رہنمائی کرتے ہیں'' اسی بنا پر حضرت یوسفؑ کے متعلق فرمایا: ''ہم نے حضرت یوسفؑ کو ہر قسم کی بدی اور فحش سے محفوظ رکھا کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے'' ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ''اگر تم ایمان لاؤ اور شکر کرو تو اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ تمہیں عذاب کرے''

اس سے ظاہر ہے کہ مؤمن اور شاکر بندے دُنیا میں بھی مصائب اور آفات سے محفوظ رکھے جاتے ہیں اور عقبیٰ میں بھی ذلت وعذاب سے نجات پائے ہوئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری زیادتی نعمت کا باعث ہے۔ فرمایا: ''اگر تم شکر بجالاؤ گے تو ہم تمہیں زیادہ دیں گے''

او بندہ مؤمن! جب تیرا نورِ ایمان آخرت میں نارِ دوزخ کو بھی بُجھائے گا تو وہ دنیا میں آفات وبلیات کی آگ کو کیوں نہ بُجھائے گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے جن محبوب و برگزیدہ بندوں کو دنیا میں مصائب وآفات پیش آتے ہیں تو اس سے بھی اللہ تعالیٰ کا مقصود ہوتا ہے کہ اُن کے یقین (ایمان کو محکم کیا جائے اور مفاسد عقیدہ وعمل سے اُن کے قلب ودماغ کی تطہیر کی جائے اور ساتھ ہی ایسے ابتلاء سے اس پر توحید الٰہی، معرفتِ حق اور اسرارِ باطن کو واضح و بے نقاب کر دیا جائے۔ یہ اس لئے کہ یہ قلبِ انسانی ایک ہی ہستی کی مستقل نشستِ ہے، اس میں دو ہستیاں قرار نہیں پا سکتیں اور جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسری ہستی کو دل میں جگہ دی جاتے تو یہی شرک ہے جو تمام اعتقادی اور عملی حباثت کی جڑ ہے۔ اس کے برعکس توحید انسان کے قلب اور تمام اعضاء وجوارح کو ہستی باری تعالیٰ کیلئے مخصوص کرتے ہوئے اُس کے سینے کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کرتی ہے اور اطمنانِ کامل عطا کرتی ہے۔ جس شخص کی توحید جتنی زیادہ محکم وتوانا ہوگی۔ اُسی قدر اُسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اُسی قدر وہ ذات وصفات الٰہی کے اسرار سے باخبر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کو تم سب سے زیادہ پہچاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں''۔ پس جو شخص اپنے خالق و پروردگار سے جتنا زیادہ قریب ہوگا وہ اُتنا ہی زیادہ اُس سے خوف وخشیت رکھتا ہوں اور اُس کے احکام کا مطیع ہوگا۔ قُربِ حق کا ایک بڑا اثر یہ بھی ہے کہ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا پورا پورا احترام کرے اور اُن کا ہر دم شکر بجالائے گا۔ وہ غیر اللہ کی جانب التفات نہیں کرنے گا کیونکہ یہ اطاعتِ حق تعالیٰ میں صریح کوتاہی ہے۔

اسی حکمت کی بناء ازواجِ النبی ﷺ اور اصحاب نبی ﷺ کو فسق وفحش سے بالکل محفوظ رکھا گیا۔ کیونکہ اُنہیں ایک ایسی مقدس اور متقی ہستی کا قرب حاصل تھا، جس کے زیرِ اثر فسق وفجور کا امکان ہی نہیں تھا۔ اس بناء پر اُس شخص کے روحانی و باطنی عروج وتفوق کا اندازہ کیا جائے جسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو۔ لیکن واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالا برتر ہے کہ اُسے مخلوقات سے کسی کے ساتھ تشبیہ دی جائے۔ وہ خود فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں ہرگز نہ کیا کرو۔ اللہ کی مثل و مانند کوئی شئے نہیں ہے۔ پس توحید کا واضح تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات اور صفات دونوں میں یکتا اور بے مثل سمجھا جائے اور مخلوق سے کسی کو اُس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے۔

www.khanqah.in

Vol. 14 No: 21 | 14 June 2013 | Friday

Printer,Publisher: Nizam-ud-din Qurashi
Associate Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thakur
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Kashmir-192232
Phone No: 01931-212198
Mobile: 09906546004
Branch Office: Srinagar Ph: 2481821

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 15-06-2013
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

غفلت کی نیند سونے والو!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔ مدظلہ العالی

”سبحان الملک الحی الذی لاَ یموت وَلاَ یفوت“ اس واقعہ عظیمہ اور آفت ناگہانی کی وجہ سے جو غبار محنت وکدورت مخلوق کے دِل ودماغ پر جم گیا ہے اور جو حیرت اور دہشت اس حادثہ کے اچانک واقعہ ہونے کی وجہ سے پیش آئی ہے، اسے کیا کیا جاسکتا ہے، سنت اللہ یونہی جاری ہے یہ کارخانہ جب تک رہے گا اسی طرح رہے گا، شاہ وگدا سب کیلئے یہی راستہ ہے، شاعر کہتا ہے ۔

آیا جو دُنیا میں ہوگا وہ اہل فنا
دائماً باقی ہے بس ذاتِ خدا

دُنیا کے فنا اور اس کی ناپائیداری کے باب میں کیا کہئے اور کیا لکھئے! ایک دانا کا کہنا ہے کہ دُنیا مانند سایۂ اَبر ہے (جس کو ذرا قرار نہیں) بلکہ بہت جلد گزر جاتا ہے یا مثل خوابِ شیطانی ہے جو بالغ کو نظر آتا ہے۔ تشبیہ اوّل میں دُنیا کے فنا اور بے ثباتی کو اور تشبیہ دوم میں اس کے نفع کی قلت اور حقارت کو بیان کیا عارف فرماتے ہیں کہ دُنیا کی حقیقت خواب یا ہوا یا افسانہ سے زیادہ نہیں۔ عجیب بات ہے کہ موت جیسا حادثہ درپیش ہے، جو بہر حال پیش آ کر رہے گا لیکن ابن آدم ہے کہ اس سے یکسر غافل، دیدہ عبرت بند، بستر غفلت پر دراز، اسے کچھ پروانہیں کہ کیا کچھ کار مشکل اور مہم دُشوار اس کو درپیش ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ یقین مشکوک کیا ہے، یعنی ایسی چیز جسے آدمی بالیقین جانتا ہے باوجود یقین اس میں شک کرتا ہے کہ گویا نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز ہے؟ تو جواب یہ ہوگا کہ وہ ”موت“ ہے، سب جانتے ہیں اور بالیقین جانتے ہیں کہ وہ بہر حال آ کر رہے گی، لیکن زندگی ایسی بسر کرتے ہیں اور روش ایسی اختیار کرتے ہیں کہ گویا موت کے آنے کو بالکل نہیں جانتے

اللہ کی شان! یہ کیا قدرت ہے، یہ کیا پردہ ہے، جو ابن آدم کے سامنے لٹکا دیا گیا ہے، یہ کیا غفلت وفریب ہے جس میں آدمی مبتلا ہے، یہ بالکل وہی مثال ہے جو اس حکایت میں بیان کی گئی ہے کہ ”بیان کرتے ہیں کہ ایک بیابان میں شیر ایک آدمی کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا، وہ بے چارہ شیر کے خوف سے آگے آگے بھاگ رہا تھا، جب بھاگنے سے ہمت جواب دے گئی ناچار ایک ویران کنویں میں گرنے کا قصد کیا، گھاس کی جو شاخیں اور جڑیں کنویں میں لٹک رہی تھیں ان کو تھام کر لٹک گیا، کنویں میں نیچے نظر کی تو دیکھا کہ ایک بھاری اژدہا منہ کھولے بیٹھا ہے، کہ اگر نیچے گرے تو فوراً اس کے منہ میں جائے، شیر جو اس کے تعاقب میں تھا، کنویں پر آ کھڑا ہو گیا، کہ اگر باہر نکلے تو اسی وقت اس کا قصہ ختم کردے، تھوڑی دیر اس گھاس کے ساتھ لٹک کر دم لیا تھا، اور سانس دُرست کی تھی کہ چند چوہے پہنچ گئے اور انہوں نے گھاس کے تنکوں کو (جو آدمی کی عمر کی مثال ہے جس سے وہ لٹکا ہوا ہے) کاٹنا شروع کیا، مسکین حیران ہو گیا کہ کرے تو کیا کرے، نیچے جائے تو سانپ بیٹھا ہے اور اگر اوپر جائے تو شیر کھڑا ہے، مبتلائے بلا اور منتظر ہلاکت تھا کہ اچانک اُس کی نظر مکھیوں کے چھتے پر پڑی جو اسی کنویں کی دیوار کی طرف لگا ہوا تھا، چنانچہ وہ شہد کو دیکھ کر ان تمام قصوں کو بھول گیا، شیر کو بھی، اژدہا کو بھی اور چوہوں کو بھی سب سے نظر بند کر کے اس نے انگلی شہد میں لگائی اور مکھیوں کی مزاحمت اور بھڑوں کی نیش زنی کے باوجود شہد چاٹنا شروع کیا، دو تین انگلیاں نہ چاٹی ہوں گی کہ رشتہ عمر ٹوٹ گیا اور محنت وغم کے کنویں میں اژدہا کا لقمہ بن گیا، شہد چاٹنے کی یہ مثال ٹھیک ہم پر منطبق ہے کہ شیر قضا ہمارے تعاقب میں ہے، آج ہی یا کل چاہ ہلاک میں جسے دُنیا کہتے ہیں موت کی آغوش میں پہنچنے والے ہیں۔

کاش! مدت حیات معین ہوتی، اور اس مسافت کا طول وعرض معلوم ہوتا کہ کتنا ہے تا کہ اس کے موافق راہ روش اپنے لئے تجویز کر لیتے اور اس مسافت کو پورے اطمینان اور تسلی کے ساتھ طے کیا کرتے اور ایک گونہ فراغ اور قرار پاتے، اور چند سانس راحت کے ساتھ لیتے۔ کچھ معلوم نہیں کہ مدت عمر کتنی ہے اور اس مسافت کا طول وعرض کتنا ہے، ہر قدم اور ہر لمحہ یہ خطرہ اور احتمال لگا ہوا ہے کہ شاید یہی آخری سانس ہو، دِن، ہفتہ اور ماہ کی خبر تو بھلا کس کو ہے، اگر بالفرض معلوم بھی ہوتی اور یہ بھی معلوم ہوتا کہ دراز ہے تب بھی کیا ہوتا جب جانے والی ہی ٹھہری، تو معلوم ہوئی تو کیا؟ نہ معلوم ہوئی تو کیا؟ دراز ہوئی تو کیا؟ کوتاہ ہوئی تو کیا؟ بقول شخصے ؛ جب ہمارا قد غرق ہونے کیلئے ہے پھر لمبے اور چھوٹے میں کیا فرق، اگر سو سال بھی یہاں رہو، بالآخر ایک دِن اس دِل افروز محل سے جانا ہوگا، اسی آبنوسی صندل سرا میں کبھی ماتم ہے کبھی عروسی ہے، جب شادی اور غم کیلئے جگہ صاف کرتے ہیں، کسی جگہ سر اور کسی جگہ پاؤں پیٹتے ہیں۔ دُنیا اگر دائم ہوتی اور اسبابِ دُنیا بھی دائم ہوتے، اور عیش وفراغ خاطر اور آسائش وقت اگر ہمیشہ رہا کرتے پھر اگر ایک مرد خدا مولیٰ کی محبت اور عالم آخرت کے شوق میں ان سے صبر کرتا اور متاع دُنیا کی طرف التفات نہ کرتا تو بڑی بات تھی، اب جب کہ وہ سراپا فانی محض وحشت، محنت، شفقت اور بلا بر بلا کا مجموعہ ہے اس کا ترک کونسا بڑا کام ہے جس پر ناز کیجئے؟ اور اس کے فوت ہونے پر حسرت کیجئے، اگر کسی نے اس کے کچھ حصہ سے ہاتھ اُٹھا لیا اور چند قدم چلا اس نے اپنی عمر کو ٹھکانے لگا لیا اور اپنی جان پر احسان کیا۔ لیکن اس شراب کی خاصیت یہی واقع ہوئی ہے کہ اس کا جو قطرہ حلق سے نیچے اُتر جائے اور جو گھونٹ پی لیا جائے وہ حرص میں اضافہ اور تشنگی میں زیادتی کرتا ہے اور جب یہ کسی کو مست اور بے خود اور بے خبر کرتی ہے اس وقت نہ اس کے کان میں نصیحت سننے کیلئے راستہ رہتا ہے اور نہ اس کے سر میں عاقبت اندیشی کی گنجائش ہوتی ہے، دُنیا کی مستی، غرور اور حکمرانی یہاں تک کھینچ لی جاتی ہیں کہ لوگ پیغمبری اور خدائی کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں، فرعون نے سلطنت مصر کے بل پر دعویٰ خدائی کردیا، دوسروں کے متعلق کیا کہا جائے؟ کیا وہ خدا سے بیگانہ نہیں جانتا تھا کہ خدا وہ ہے جو آسمان وزمین کو پیدا کرنے والا ہے، اور تو نے تو ایک مٹی کا ڈھیلا اور مکھی بھی پیدا نہیں کی، پھر یہ دعویٰ کیسا! وہ دیوانہ بھی نہ تھا، اگر دیوانہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی دعوت کیلئے کیوں بھیجا جاتا، انبیاء علیہم السّلام کی دعوت عُقلا ہی کیلئے ہوتی ہے، دیوانوں کیلئے نہیں ہوتی، اس کے دعویٰ خدائی کی بنیاد دیوانگی نہ تھی بلکہ نشۂ دُنیا اور غرورِ سلطنت ہی نے اس کو ان ہذیانات میں مبتلا کردیا تھا، بعض لوگوں کی فطرت میں غرور وحماقت کا خمیر ہوتا ہے کہ فہم وتمیز ان سے اُٹھالی جاتی ہے، وہ عقل طبعی کے باوجود دیوانوں جیسے کام کرتے ہیں اور دیوانوں کی سی بات کرتے ہیں وہ دیوانہ نہیں بلکہ ”دیوانہ صفت“ ہیں۔

آدمی میں تین چیزیں ہیں، نفس، قلب، روح۔ نفس کی سرشت اسی کون وفساد سے واقع ہوئی ہے، یہی جسمانی لذات اور حسن کی دلفریبیاں اس کی منتہی کمال ہے، نفس زمینی اور ظلماتی ہے اور من جملہ اجزائے بدن کے ہے، البتہ دیگر اجزائے بدن کی نسبت اس قدر لطافت اور نورانیت اسے حاصل ہے کہ محسوسات کو دریافت کرسکتا ہے اور سننے، دیکھنے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کا مادہ بن گیا ہے، نفس کو عقلی اور روحانی لذات کی کچھ خبر نہیں، یہی نفس ہے جس نے آدمی کو اس عالم کا گرفتار کردیا ہے۔ اور روح لطیف ہے اور نورانی محض ہے اور عالم بالا سے ہے، اس کی توجہ عالم قدس کی طرف رہتی ہے اس کی لذت علم ومعرفت سے ہے، اور حق تعالیٰ کی محبت اور اس کی ذات وصفات مقدسہ کی شناخت اسی کا حصہ ہے مگر چوں کہ اس کو بدن کے ساتھ تعلق ہے اور نفس کے ساتھ اس کا رشتہ اختلاط وازدواج واقع ہوا ہے، اسلئے نفس کے عشق ومحبت میں مبتلا ہو کر سر رشتہ ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتی ہے، روح اور نفس کے تعلق کی مثال ٹھیک مرد وعورت کے تعلق کی سی سمجھنی چاہیے، روح اور نفس کے ازدواج سے لطیفہ قلب پیدا ہوا، قلب، روح اور نفس کے درمیان الٹ پلٹ رہتا ہے، اگر کسی شخص میں روحانی احکام غالب آگئے اور نفس وقلب اس کے تابع ہوگئے (یہ نہایت نادر ہے) تو اس سے تمام قسم کی خیر وصلاح پھوٹتی ہے اور اگر نفس غالب آگیا اور روح وقلب تابع اور غلام بن گئے تو اس سے ہر قسم کا شر وفساد برپا ہوتا ہے، یہ بات مشہور ہے کہ ایک طرف اس کی عقل اس کو ایک جانب کھینچتی ہے اور نفسانی تقاضے دوسری جانب اور سو قسم کی سختی اور محنت میں بے چارہ گرفتار ہے، یہ تو ابھی اسی عالم کے شدائد ومحن ہیں جو آدمی کے سر پڑتے ہیں ورنہ اگر آخرت کے احوال وشدائد کا بالتفصیل اس کو مشاہدہ ہوجائے اور ان کا تصور کرلے تو حواس ہی کھو بیٹھے۔ حدیث میں آیا ہے: ”اگر تم وہ جانو گے جو میں جانتا ہوں تم بہت کم ہنسو گے اور بہت زیادہ روؤ گے“ کہ مبدا اور معاد اور آخرت کے جو احوال میں جانتا ہوں کہ کیا کیا گزر چکا ہے اور کیا کیا پیش آنے والا ہے اگر تم کو معلوم ہوجائے تو کم ہنسا کرو اور زیادہ رویا کرو۔ لیکن چونکہ ابتلاء وقضا الٰہی اس امر کو متقضی ہے کہ اس عالم کو نظروں سے پوشیدہ اور پردہ غیب میں رکھا جائے اور انسانوں ک و جو کچھ یہاں مشاہدہ ومعلوم ہے وہ صرف عالم ظاہر ہے اسلئے وہ فریب میں مبتلا اور گم کردہ راہ ہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں وہ (یعنی کفار) صرف دُنیوی زندگی کے کچھ ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے (بالکل ہی) غافل ہیں کہ وہاں کیا ہوگا، مخبرانِ صادق حضراتِ انبیاء ف اس عالم کی خبر دیتے ہیں اور علم وہدایت کے نور دِکھلاتے ہیں لیکن انسان بدستور نفس وطبیعت کی ظلمات میں غرق ہیں، قطعاً ان کان نہیں دھرتے اور قدم نہیں اُٹھاتے، اصل حقیقت مرنے کے بعد ظاہر ہوگی، کہ کیا ہے؟ عارف فرماتے ہیں ”ذرا ٹھہرو تا کہ جہاں حقیقت حال سے نقاب اُلٹ دے، رات کی تاریکیوں میں جو کچھ تم نے کیا ہے وہ کل صبح کی روشنی میں ظاہر ہوجائے گا۔ اور حدیث میں ہے: ”لوگ خوابِ غفلت میں سو رہے ہیں، جب مریں گے تو بیدار ہوں گے، خوب کہا ہے کسی نے کہ ۔

مخلوق جب تک جہانِ اسباب میں ہیں
سب کشتی (عمر میں سوار) اور مست خواب ہیں